تدبیر منزل کے لئے عائلی قوانین کے تعمیری رجحانات شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں ایک تحقیقی مطالعہ

Positive Trends in Family Laws for Tadbīr Manzil (Household Management) A Research Study in the Light of Teachings of Shah Wali Ullah

Ajaz Hussain
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Malakand
Email: ajazhussain717@gmail.com
Dr. Badshah Rehman
Associate Professor, Department of Islamic Studies,
University of Malakand
Email: badshah742000@yahoo.com
Dr. Aziz Ahmad (Corresponding Author)
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Malakand
Email: azizroomi92@gmail.com

Abstract
This article explores the concept of Tadbīr Manzil, a multidisciplinary field of study that encompasses the management of household affairs and interpersonal relationships within a familial context. Grounded in the principles of good morals, empirical sciences, and common sense, Tadbīr Manzil seeks to promote respectful interaction and harmonious coexistence among family members and associates. Recognizing the inherent social nature of humanity, as underscored in the Holy Quran, this study emphasizes the importance of mutual love, cooperation, and assistance in fostering a prosperous and healthy society. By examining the guiding principles of the Holy Sharia Specialy in the light of the teaching of Shah Waliullah, this research aims to provide a comprehensive analysis of family laws and their role in promoting effective household management (Tadbīr Manzil).
Keywords: Tadbīr Manzil (household affairs), Family laws, home management, social life, human nature

تدبیر منزل حکمت کی ایک قسم ہے جس میں ایسے امور سے بحث ہوتی ہے جن کا تعلق ایک محدود جماعت کے محدود دائرہ عمل سے ہوتا ہو، مثلا ایک گھر یا خاندان سے۔

اخلاق فاضلہ، علوم تجربیہ اور رائے کلی کے تقاضے کے مطابق گھر کے افراد اور دیگر احباب کے ساتھ ربط اور تعلق کو اس حیثیت سے استوار کرنا کہ جس کا نتیجہ باعزت میل جول کی صورت میں ظاہر ہو، دوسرے لفظوں میں

یوں بھی کیا جاسکتا ہے کہ کسی شخص کا دوسرے اشخاص کے ساتھ معزز ترین برتاؤ اور اس برتاؤ کی حفاظت کی تدبیروں کا نام تدبیر منزل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبیعت میں اجتماع پسندی کو ودیعت کر دیا ہے اجتماعی زندگی کو اختیار کئے بغیر انسان رہ سکتا ہی نہیں۔ کیونکہ انسانی زندگی کی تدبیر، تعمیر اور تحسین کا تقاضا ہے کہ اجتماعی زندگی کو اختیار کیا جائے۔ انسان اپنی جسمانی، ذہنی اور روحانی ضروریات کی تکمیل کے لئے اپنے ہم نوع دیگر افراد کا محتاج ہے، ان کی اعانت کے بغیر یہ شخص اپنی زندگی کی محترم تعمیر نہیں کر سکتا۔

تدبیر منزل کی لغوی واصطلاحی معنیٰ:

لغت میں تدبیر منزل سے مراد "امور خانہ داری، گھر کا انتظام"[1] **ہے جبکہ اصطلاح میں** تدبیر منزل حکمت کی ایک قسم ہے جس میں ایسے امور سے بحث ہوتی ہے جن کا تعلق ایک محدود جماعت کے محدود دائرہ عمل سے ہوتا ہو، مثلاً ایک گھر یا خاندان سے۔

تدبیر منزل کی تعریف شاہ ولی اللہؒ (م: 1762ء) نے ان الفاظ میں فرمائی ہے: "وهو الحكمة الباحثة عن كيفية حفظ الربط الواقع بين اهل المنزل على الحد الثانى من الارتفاق وفيه اربع جمل الزواج ، والولادة والملكة والصحبة"(2) یعنی تدبیر منزل حکمت کا وہ حصہ ہے جن میں ان روابط اور تعلقات کے محفوظ رکھنے کی کیفیت بیان کی جاتی ہے۔ جو تدابیر کے دوسرے حد کے موافق ایک مکان کے رہنے والوں میں ہوا کرتے ہیں۔

اس حکمت کے چار حصے ہیں: شادی بیاہ، ولادت، ملکیت اور رفاقت (باہمی صحبت و قرابت)۔

تدبیر منزل کے تقاضے:

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے محترم عمرانی زندگی اور باوقار تمدن کو باہمی الفت اور محبت و مروت کے ساتھ وابستہ قرار دیا ہے، آپ نے قرآن وسنت کی روشنی میں محبت بڑھانے والے درج ذیل امور رقم فرمائے ہیں:

(الف) سلام کہنا:

آداب ملاقات میں یہ بھی لازمی ہے کہ ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کیا جائے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے جب تک تم ایمان نہیں لاؤ گے ، جنت نہیں جاؤ گے، اور اس وقت تک ایمان دار نہیں ہوسکتے جب تک تم باہم الفت نہیں نہ کرو۔ کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتلاؤں جسے تم اختیار کرو گے تو ایک باہم سے الفت کرنے لگو گے ؟ (اور وہ یہ ہے) سلام کو عام کرو۔

نیز سلام کرنے کے فوائد میں ایک یہ بھی کہ اس سے عاجزی اور تواضع پیدا ہوتی ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "البادئ بالسلام بريء من الكبر" سلام میں سبقت کرنے والا تکبر سے بری ہوتا ہے۔

(ب) طلب اجازت:

یعنی یہ کہ ایک دوسرے کے گھروں یا کمروں میں داخل ہوتے وقت اجازت مانگی جائے۔ سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہیں:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ"

حضرت ابو موسیٰ اشعری عنہ رضوان اللہ ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق عنہ رضوان اللہ کے دروازے پر تین مرتبہ دستک دینے کے بعد جب کوئی جواب نہیں ملا اور واپس چلے آئے، تو حضرت عمر فاروق عنہ رضوان اللہ نے واپس پلٹ جانے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان فرمائی:

"جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ (کسی کے گھر داخل ہونے کی) اجازت طلب کرے اور اسے کوئی جواب نہیں دیا جائے تو اسے واپس لوٹ جانا چاہئے"

حفاظت نظر:

یعنی غیر محرم اور اجنبی عورتوں سے اپنی نگاہوں کو نیچا رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہیں:

"قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ "[3]

ترجمہ: مؤمنوں سے کہو کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ سب سے خبردار ہے۔ مؤمن عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نظریں پست رکھیں اور اپنی عزت میں فرق آنے نہ دیں اور اپنی خوب صورتی کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے۔۔۔۔۔ الخ

بد نظری کی مزید قباحت آپ علیہ السلام نے ان الفاظ میں فرمائی ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَعَنَ اللهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُورَ إِلَيْهِ "[4]

(د) مخفیات کی کرید سے بچنا:

لوگوں کو ان کی مخفی عیبوں اور باریک نکتوں کی ٹوہ لگانے سے احتراز کیا جائے جو چیونٹی کی طرح چال چل کر آہستہ آہستہ دلوں میں نفرت پیدا کرتے ہیں۔ اس سے نبی ﷺ ممانعت فرمائی ہیں:

" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ، وَلاَ تَحَسَّسُوا، وَلاَ تَجَسَّسُوا، وَلاَ تَحَاسَدُوا، وَلاَ تَدَابَرُوا، وَلاَ تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا"[5]۔

وہ مخفی اور باریک نکتے جو دلوں میں کدورت پیدا کرتے ہیں ان کی مثال گفتگو میں پیش رفت کرنا، آگے چلنے کی کوشش کرنا، بات بات پر تنقید اور نکتہ چینی کرنا اور خود نمائی کے لئے دوسروں کہ تحقیر کرنا ہے۔

دراصل یہ تمام علامات تکبر ہیں جب کہ روحانی غذا عفو اور تواضع ہے۔ نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہیں:

" «ما نقصت صدقة من مال وما زاد الله عبدا بعفو، إلا عزا وما تواضع احد لله الا رفعه الله»"[6] یعنی صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندے کے معاف کرنے سے اللہ اس کی عزت اور بڑھاتا ہے اور جو شخص بھی اللہ کی رضا کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔

تدبیر منزل کے اجزاء:

حضرت شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ تدبیر منزل کے چار حصے یا نظام ہیں:

(1) ازدواج اور نکاح

(2) ولادت اور اولاد

(3) ملکیت یعنی مالک اور مملوک یا سردار و ماتحت

(4) رفاقت (باہمی صحبت و قرابت)

پہلا حصہ: ازدواج و نکاح:

نکاح کا مفہوم:

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: "قَالَ الأَزهري: أَصل النِّكَاحِ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ الْوَطْءُ، وَقِيلَ لِلتَّزَوُّجِ نِكَاحٌ لأَنه سَبَبٌ لِلْوَطْءِ الْمُبَاحِ.الْجَوْهَرِيُّ: النِّكَاحُ الْوَطْءُ وَقَدْ يَكُونُ العَقْدَ"[7] ازہری نے کہا کہ عربی لغت میں نکاح کا معنیٰ وطی کے ہے اور تزوج یعنی شادی کو بھی نکاح اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ وطی کا سبب ہے۔ جوہری نے کہا کہ نکاح کا تعلق عمل ازدواج پر ہوتا ہے کبھی نکاح باندھنے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

حکم نکاح:

امام غزالی رحمہ اللہ نے نکاح کی فضیلت کی بابت علماء کے دو طبقوں کا ذکر فرمایا ہیں، علماء کا ایک طبقہ کا قول ہے کہ تنہائی میں عبادت کرنے سے نکاح کرنا افضل ہے، جبکہ دوسرے طبقے کا کہنا ہے کہ نکاح میں فضیلت ہے لیکن عبادت الٰہی سے افضل نہیں ہے اور نفلی عبادات نکاح سے افضل ہیں تاوقتیکہ خواہشات نفسانیہ اتنی بڑھ جائے جس سے گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔

فضیلت نکاح:

اللہ تعالیٰ نے غیر شادی شدہ لوگوں کو شادی کرنے کا حکم دیا ہیں، فرمایا:

"وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ"[8] تم میں سے جو مرد عورت بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسولوں کے ازدواج کو بطور مدح ذکر فرمایا: "وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً "[9] ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا۔

اسی طرح اللہ نے اپنے ان بندوں کی توصیف بیان فرمائی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی بیویوں اور اولاد کی طرف سے سکون کے طلب گار ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا" [10]

اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔۔

باپ عام طور سے اپنے خاندان کا سربراہ ہوتا ہے۔ اس کو یہ دعا سکھائی جارہی ہے کہ بحیثیت باپ اور شوہر کے مجھے اپنے بیوی بچوں کا سربراہ تو بننا ہے، لیکن میرے بیوی بچوں کو متقی پرہیزگار بنا دیجئے تاکہ میں پرہیزگاروں کا سربراہ بنوں جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو، فاسق وفاجر لوگوں کا سربراہ نہ بنوں جو میرے لئے عذاب جان بن جائیں۔ جو لوگ اپنے گھر والوں کے رویے سے پریشان رہتے ہیں، انہیں یہ دعا ضرور مانگتے رہنا چاہئے۔

حضور اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کے ارشادات سے بھی نکاح کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

"عن عبد الله، قال: قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يا معشر الشباب، من استطاع منكم الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم، فإنه له وجاء" [11] حضرت عبد اللہ بن مسعود رضوان اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا: اے جوانو! جو شخص تم میں سے گھر بسانے کی استطاعت رکھتا ہے اسے نکاح کر لینا چاہئے کیوں کہ نکاح سے آنکھوں میں شرم آجاتی ہے اور شرمگاہ گناہوں سے حفاظت میں رہتی ہے اور جو شخص نکاح کی استطاعت نہیں رکھتا وہ روزے رکھیں کیوں کہ روزوں سے شہوت ختم ہو جاتی ہے۔

اس طرح نبی ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے، اور اس سے روگردانی کرنے کو غیرں کا طریقہ بتلایا ہیں۔

جب نکاح ضروری ہوا تو اس کے لئے ایسی عورت کا انتخاب ضروری ہے جس سے نکاح مصلحت سے ہم آہنگ ہو اور جس سے گھریلو زندگی کے مقاصد تکمیل پذیر ہوں۔ کیونکہ میاں بیوی میں صحبت ورفاقت ناگزیر ہے اور جانبین سے ضرورتیں امر واقعی ہیں۔ پس اگر عورت بد فطرت، بد اطوار، بد اخلاق اور بد کلام ہو گی تو مرد کا جینا حرام ہو جائے گا، اور نکاح وبال جان بن جائے گا۔ اور اگر عورت نیک سیرت، خوش اخلاق، خواش کلام اور نیک اطوار ہو گی تو پوری گھر سنور جائے گی اور ہر طرف سے برکتوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: " عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الدُّنْيَا كُلَّهَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ"[12] ساری دنیا متاع (ایک وقت تک برتنے کی چیز) ہے اور دنیا کی سب سے بہترین متاع نیک عورت ہے۔"

مناسب بیوی کی اوصاف:

مناسب بیوی میں ان اوصاف کی موجودگی ضروری ہے کہ جن اغراض و مقاصد کے لئے اور ضروریات کی تکمیل کے لئے ازدواج و نکاح کی مشروعیت کی گئی ہے، وہ بخوبی سر انجام پاتے رہیں، لہٰذا اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پسندیدہ امر یہ ہے کہ جس عورت کو رفیقہ حیات کی حیثیت سے منتخب کیا جائے وہ خوبصورت ہو، کنواری ہو، اولاد پیدا کرنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہو، پاکدامن ہو، اپنی اولاد کے ساتھ قلبی لگاؤ رکھتی ہو، دل سے شوہر سے محبت کرتی ہو، اس کے مال و دولت کی حفاظت کرنے والی ہو اور امانت دار ہو، امور خانہ سے پوری واقف اور ماہر ہو، غصیلی اور کمزور طبیعت کی نہ ہو وغیرہ۔

اسلامی شریعت میں اچھی بیوی کے مندرجہ ذیل اوصاف کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔۔

1) بیوی کا شوہر کے تابع فرمان اور اس کے مال و عزت کی محافظ ہونا۔

قرآن کریم میں اچھی صفات کی حامل عورتوں کا تذکرہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ"[13]

پس نیک فرمان بردا عورتیں خاوند کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الٰہی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں۔

حدیث شریف میں نیک صفات کی حامل عورتوں کا تذکرہ ذیل الفاظ میں ملتا ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا قِيلَ لَهَا: ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ [14]"

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضوان اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: کہ عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے اور رمضان المبارک کے روزوں کا اہتمام کرے اور اپنے عصمت کو محفوظ رکھیں اور اپنے خاوند کی فرمان برداری کرے تو ایسی عورت سے کہا جائے گا، جنت کے جس کسی دروازے سے چاہے داخل ہو جا۔

بیوی کی مرغوب فیہ صفات میں سے دین داری سب سے اعلیٰ صفت ہے نیز بیوی کے انتخاب میں اس کو سب اوصاف پر ترجیح دینی چاہیے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " تُنْكَحُ المَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ[15] " حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: کہ عورت کے ساتھ چار چیزوں کی وجہ سے شادی کو ترجیح دی کی جاتی ہے اس کی مال و دولت کی وجہ سے، اس کی خاندان کی وجہ سے، اس کی حسن و جمال کی بنیاد پر، اس کی دینداری کی وجہ سے، پس تم دین داری کو ترجیح دو۔ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہو یعنی آپ کا بھلا ہو۔

2) عورت کا پیدائش اولاد کے لئے صلاحیت دار ہونا (یعنی زیادہ بچے جننے والی ہو):

بیوی کے انتخاب میں ایسی عورت کا انتخاب بھی لازمی ہے جو زیادہ بچے جننے والی ہو۔ اب شادی سے قبل کیسے معلوم ہو گا کہ عورت میں پیدائش اولاد کی صلاحیت ہے یا نہیں؟ اس کا علم اس کے خاندان سے ہو سکتا ہے، لہٰذا اس عورت کے ماں اور بہنوں کو دیکھا جائے۔ اس طرح اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ عورت کس قسم کی ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی اس کی ترغیب ملتی ہے اور ایسی عورت سے شادی کی ممانعت ملتی ہے جو بانجھ ہو، جیسا کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَمَنْصِبٍ، إِلَّا أَنَّهَا لَا تَلِدُ، أَفَأَتَزَوَّجُهَا؟ فَنَهَاهُ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ، فَنَهَاهُ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَنَهَاهُ، فَقَالَ: «تَزَوَّجُوا الْوَلُودَ الْوَدُودَ، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمْ»[16] حضرت معقل بن یسار رضوان اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی اللہ کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس آیا اور عرض کیا مجھے ایک اچھے خاندان اور اعلیٰ مرتبے والی عورت ملی ہے، لیکن وہ بانجھ ہے۔ کیا میں اس سے نکاح کر لوں؟ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے انہیں منع فرمادیا، پھر وہ آدمی دوسری مرتبہ حاضر خدمت ہوا، تو آپ دوبارہ منع فرمادیا، پھر اس کے بعد تیسری مرتبہ آیا، تو نبی ﷺ نے پھر منع رفرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: "تم ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو ولود یعنی زیادہ بچے جننے والی، ودود یعنی بہت محبت کرنے والی۔ بے شک میں (بروز قیامت) تمہاری کثرت تعداد کی بنا پر فخر کروں گا۔"

3)عورت اپنے خاوند سے محبت کرنے والی ہو۔

بیوی کے انتخاب یہ بھی ملحوظ نظر ہو کہ وہ اپنے شوہر سے محبت کرنے والی ہو۔ کیونکہ شادی کا ایک مقصد راحت اور سکون ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حواؑ کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرما کر یہی ارشاد فرمایا: "هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا "[17]۔

اور بیوی خاوند کے لئے باعث سکون اس وقت بن سکتی ہے جب وہ اپنے سے محبت کرنے والی ہو۔ حدیث شریف میں بھی ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب آئی ہے جو خاوند سے محبت کرنے والی ہو۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

" تزوجوا الودود الولود "[18] یعنی تم بہت محبت کرنے والی اور بچوں کو جنم دینے والی عورتوں سے نکاح کیا کرو۔

مناسب شوہر کے اوصاف:

حضرت شاہ ولی اللہؒ اچھے شوہر کے اوصاف سے متعلق فرماتے ہیں کہ شوہر منتخب کرنے میں درج ذیل اوصاف کو خاص طور پر مد نظر رکھا جائے۔

1)وہ فقیر اور قلاش نہ ہو۔

عورت کو چاہیئے کہ شادی کے لئے ایسے مرد کا انتخاب نہ کرے جو فقیر اور قلاش ہو۔ کیونکہ اپنے آپ کو کسی آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہیئے۔ نیز حدیث شریف میں اوپر والے ہاتھ کو نیچے والے ہاتھ سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ» , قَالَ: وَمَنْ أَعُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ , قَالَ: " امْرَأَتُكَ تَقُولُ: أَطْعِمْنِي وَإِلَّا فَارِقْنِي "[19] ابو ہریرہ رضوان اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین صدقہ تونگری میں دینا ہے اور اوپر والا ہاتھ یعنی دینے والا، نیچے والے ہاتھ یعنی لینے والے سے افضل ہے، اور (دینے میں) اپنے خاندان سے ابتداء کرو۔ ابو ہریرہ رضوان اللہ عنہ نے سوال کیا کہ: اے اللہ کے رسول میرے خاندان والے کون ہیں؟ فرمایا: تمہاری اہلیہ، جو کہتی ہے مجھے کھلاؤ یا علٰحیدہ کر دو۔

حضرت سعید ابن المسیبؒ فرماتے ہیں: "عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ , فِي الرَّجُلِ لَا يَجِدُ مَا يُنْفِقُ عَلَى امْرَأَتِهِ , قَالَ: «يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا» "[20] یعنی جو آدمی اپنی اہلیہ کا نان نفقہ برداشت نہ کر سکے ان کے مابین جدائی کی جائے گی۔

2)خاوند شدید مرض میں مبتلا یا عرصہ دراز کا قیدی نہ ہو۔

دار الافتاء مصر کے الفتاوٰی الاسلامیہ میں امام مالکؒ کے مذہب کے نصوص پر مشتمل ایک تفصیلی فتوٰی میں مرقوم ہے:

"اگر خاوند مریض ہو یا قید میں ہو اور بیوی کو نفقہ نہ دے سکے تو قاضی اسے اتنی مہلت دے جس سے اس میں شفایاب ہونے یا قید سے چھوٹنے کی توقع ہو، اگر مرض کی مدت اتنی بڑھ جائے یا قید کی مدت اتنی زیادہ ہو جس سے عورت کو ضرر پہنچے یا اسے فتنہ لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو قاضی اس پر طلاق واقع کر دے"

3)خاوند مار پیٹ کرنے والا نہ ہو:

خاوند کے انتخاب میں یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہو کہ وہ مار پیٹ والا نہ ہو، کیونکہ ایسے شخص کے ساتھ خوشگوار زندگی نہیں گزاری جاسکتی۔ لہٰذا خاوند کے انتخاب میں ایسے شخص کا انتخاب کرنا چاہیئے جو نرم مزاج، بااخلاق ہو۔ اس بات کی تائید آپ ﷺ کے اس بات سے ہوتی ہے[21]۔

اس حدیث شریف میں فاطمہ بنت قیس نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے اپنے نکاح کے متعلق مشورہ لیا اور ایک شخص (ابو جہم) کے پیغام نکاح کا ذکر کیا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "ابو جہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا۔" یعنی آپؐ نے اس سے نکاح نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ خاوند کے انتخاب میں ایسے شخص کے انتخاب سے محتاط رہنا چاہیئے جو مارنے پیٹنے کا عادی ہو۔ مردوں کو اپنی بیوی کو مارنے کی اجازت اس صورت میں ہے کہ جب بیوی کی طرف سے "نشوز" کا اندیشہ ہو۔ جیسا کہ سوۃ النساء میں فرمان باری تعالیٰ ہے: "وَاللَّاتِي تَخَافُونَ ------الخ"[22]۔ اور "نشوز" کی تفسیر امام المفسرین علامہ طبریؒ نے ان الفاظ میں کی ہے: " إذا رأى الرجل خِفّةً في بَصرها، ومدخلَها ومخرجَها."[23] یعنی جہاں عورتوں کو دیکھنا نہیں چاہیئے وہ وہاں دیکھیں اور ایک جانب سے آئے اور دوسری جانب سے نکل جائے اور تمہیں اس کی بابت شک ہو۔

طریقہ نکاح اور اس کے متعلقات:

انعقاد نکاح کے حوالہ سے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ نکاح انسان کے حق میں من جانب اللہ ایک خاص عنایت ہے کہ خدا نے اسے مروجہ طریقہ پر نکاح کرنے کا الہام فرمایا ہے۔ نکاح سے متعلق جن الہامی صورتوں کو حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ذکر فرمایا ہے اس کی وضاحت حسب ذیل ہے۔

1۔ نکاح کے لئے غیر محرم کا ہونا:

جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں، ان کی تفصیل قرآن کریم نے بتادی ہے۔ اور یہ وہ عورتیں ہیں جو مرد کے ساتھ محرمیت کا رشتہ رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہیں: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ

بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا"[24] -

2۔ ایجاب و قبول:

نکاح میں ایجاب و قبول لازمی ہے۔ اسلام سے پہلے عرب میں یہ رواج تھا کہ میت کے مال کا مالک بننے کے بعد وہ میت کی بیوی کی بھی مالک بن جاتے تھے، مگر شریعت اسلامی نے زبردستی کے نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: "يٰۤاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا"[25] اے مؤمنو! تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ: تم زبردستی عورتوں کے مالک بنو۔

3۔ عورتوں کے سرپرستوں کی اجازت:

حضرت شاہ صاحب نے انعقاد نکاح کے لئے عورت کے سرپرستوں کی اجازت لازمی قرار دیا ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ (امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) کا بھی یہی نظریہ ہے، جب کہ امام ابو حنیفہؒ نے اجازتِ ولی کے بغیر، عاقلہ بالغہ کا نکاح درست قرار دیا ہے۔

امام سرخسیؒ کے استدلال (لا نکاح الا بولی) یعنی اجازت ولی کے بنا، نکاح درست نہیں ہوتا ہے" کے جواب میں لکھتے ہیں بالفرض اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ باندی پر محمول ہے۔ کیونکہ باندی کا اپنے آقا کی اجازت کے بغیر، نکاح کرنا درست نہیں ہے یا یہ حدیث صغیرہ (بچی) اور مجنونہ پر محمول ہے، یا یہ حدیث استحباب پر محمول ہے یعنی مستحب یہ ہے کہ عورت بغیر ولی کے از خود نکاح نہ کرے، کیونکہ یہ خالص عورت کا حق ہے26۔

تاہم شاہ ولی اللہؒ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کے عدم انعقاد پر زور دے کر فرماتے ہیں:

" وَكَانَت الْمَرْأَة أهداهما خطبة"۔

(خلاصہ) عورت پر مرد کی طرف سے خصوصی توجہ نے، اور سرپرست کی نگاہ میں عورت کی تکریم نے اور عورت کی طرف سے ولی کے دفاع نے ثابت کیا کہ: مہر و منگنی اور سرپرست کی جانب سے آمادگی ہو۔[27]

مگر ساتھ ہی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

"وَكَانَ لَو فتح رَغْبَة الْأَوْلِيَاء فِي الْمَحَارِم أفْضى ذَلِك إِلَى ضَرَر عَظِيم عَلَيْهَا من عضلها عَمَّن ترغب فِيهِ، وَألا يكون لَهَا من يُطَالب عَنْهَا بِحُقُوق الزَّوْجِيَّة مَعَ شدَّة احتياجها إِلَى ذَلِك." اور اگر محارم میں اولیاء کی رغبت کا دروازہ کھول دیا جاتا (یعنی صرف اولیاء کو نکاح کا اختیار دیا جائے) تو یہ چیز عورت کے حق میں ضرر عظیم کا باعث بنتی یعنی عورت کو اس شخص سے نکاح کرنے سے روکنا جس میں عورت رغبت رکھتی ہے اور یہ

کہ عورت کے لئے کوئی ایسا شخص نہ رہے جو اس کی طرف سے زوجیت کے حقوق کا مطالبہ کرے حالانکہ عورت اس چیز کی بہت زیادہ محتاج ہے۔

4: گواہی کی موجودگی:

حضرت شاہ ولی اللہؒ انعقاد نکاح کے لئے گواہوں کے موجود ہونے کو لازم قرار دیتے ہیں۔ احناف، حنابلہ اور شوافع کا بھی یہی موقف ہے، جبکہ مالکی اعلان نکاح کو ضروری سمجھتے ہیں۔ جو حضرات نکاح میں گواہوں کی موجودگی لازم قرار دینے کے قائل ہیں، ان کا استدلال درج ذیل روایات ہیں:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: البَغَايَا اللَّاتِي يُنْكِحْنَ أَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ."[28]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "بدکار عورتیں وہ ہیں جو گواہوں کے بغیر اپنا نکاح کرتی ہیں۔"

اس حدیث شریف کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بغیر گواہوں کے نکاح، زنا کے زمرے میں آتا ہے۔

اعلان نکاح:

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اعلان نکاح کے ذیل میں دو امور کا ذکر فرمایا ہیں: 1۔ خطبہ نکاح پڑھنا۔ 2۔ دف بجا کر اظہار کرنا۔

خطبہ کے متعلق حضرت شاہ صاحب اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں حاجت یعنی نکاح وغیرہ کے وقت تشہد کی تعلیم عطا فرمائی اور وہ اس طرح: "الحمدلله نستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرورانفسنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلل فلا هادى له ونشهد ان لا إله إلا الله و اشهد ان محمدا عبده ورسوله" اور اس کے بعد یہ تین آیتیں پڑھے۔

1۔يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔[29]

2۔وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۔[30]

3۔يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا۔[31]

حضرت شاہ ولی اللہؒ شادی کے موقع پر خطبہ کا مقصد بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"میں کہتا ہوں اہل جاہلیت قبل از نکاح خطبہ پڑھا کرتے تھے اور اس میں اپنی قوم کے فخر بیان کیا کرتے تھے اور اسے مقصود کا وسیلہ قرار دیتے تھے اور اس کا اعلان چاہتے تھے اور اس رسم کے جاری رہنے میں مصلحت تھی

کہ خطبہ کے بنیادی اغراض دو امور تھے۔ امر اول: تشہیر۔ امر ثانی ایک شئ کا اس حیثیت سے ہونا کہ وہ سنی گئی اور دیکھی گئی ہے"

اور نکاح کی تشہیر میں یہ حکمت ہے کہ نکاح اور زنا میں تمیز ہو جائے اور دوسری وجہ یہ کہ خطبہ کا استعمال مہتم بالشان امور میں کیا جاتا ہے اور نکاح کا اہتمام اور اس کا ایک عظیم الشان امر ہونا بڑے مقاصد میں سے ایک ہے۔ اسی وجہ سے نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے اصل کو باقی رکھا اور اس کی صورت میں اس طرح تغیر فرمادیا کہ ان مصالح کے ساتھ مصلحت کلیہ کو شامل فرمادیا کہ ہر ارتفاق کے ساتھ جو ذکر اس کے مناسب ہے، ملادیا جائے تاکہ دین کے شعائر پھیل جائے۔

بوقت نکاح، اہمیت خطبہ کے اظہار کے لئے حضرت شاہ ولی اللہؒ نے متعدد روایات کا تذکرہ بھی کیا ہے جن میں خطبہ کے ساتھ ساتھ تشہیر کے واسطے دف کوٹ کر اظہار کرے کا ذکر بھی موجود ہے۔

حق مہر مقرر کرنا:

نظم نکاح کا پابند کرنے کے لئے شوہر کے ذمہ بیوی کے لئے مہر کی ادائیگی کو واجب قرار دیا گیا ہے تاکہ خاوند بلا کسی معقول سبب کے نکاح کی حدود کو توڑنے سے اجتناب کرے اور ایسا کرنے کی صورت میں مال کی صورت میں نقصان کا خطرہ لگا رہے اور شدید ترین نقصان کے بغیر تعلق زوجیت کو توڑنے کی جرآت نہ کرسکے۔ مہر کی تقرری سے نکاح میں ایک قسم کی پائیداری آجاتی ہے جو کہ عدم تقرر میں نہیں ہے۔ نیز مال کے ساتھ محبت ایک فطری چیز ہے، جب ایک مرد مال خرچ کرکے سلسلہ ازدواج میں منسلک ہو جاتا ہے تو اس کے اس عمل سنجیدہ قرار دیا جائے گا۔ اور اس مرد کے مال خرچ کرکے سلسلہ ازدواج کو قائم رکھنے سے نہ صرف یہ کہ بیوی مطمئن ہو گی بلکہ بیوی کے اعزہ واقارب بھی اس عمل سے آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس کریں گے۔

مہر مقرر کرنے اور اور اس کی ادائیگی کے متعلق قرآن کریم میں متعدد بار تذکرہ آیا ہے۔ مہر کی تقرری کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا "فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ"[32] لہذا ان لونڈیوں سے ان کی آقاؤں کی اجازت سے نکاح کرلو، اور ان کو دستور کے موافق ان کے مہر ادا کرو۔

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً

إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا"[33]

اللہ تعالیٰ نے نکاح کے متعلق احکام بیان فرمائے ہیں جو صرف آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہیں، ان میں سے سب سے پہلا یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے چار سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے، لیکن آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کو چار سے زیادہ نکاح کی اجازت ہے۔ اس اجازت میں بہت سی حکمتیں تھیں جن کی تفصیل دیکھنی ہو تو، معارف القرآن، میں ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا حکم یہ ہے جو آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے عام مسلمان اس میں شریک نہیں ہیں۔ اور وہ یہ کہ عام مسلمانوں کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ کسی مسلمان عورت سے یا اہل کتاب (یعنی عیسائیوں اور یہودیوں) میں سے کسی عورت سے بھی نکاح کرسکتے ہیں لیکن حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے یہ جائز قرار نہیں دیا گیا۔ کہ آپ کسی یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح کریں، نیز مسلمان عورتوں میں سے بھی جنہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت نہ کی ہو، ان سے بھی آپ کے لئے نکاح جائز نہیں کیا گیا۔ آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے تیسرا خصوصی حکم یہ ہے۔ یعنی عام مسلمانوں کے لئے عورت سے مہر کے بغیر نکاح کرنا جائز نہیں ۔ لیکن آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے جائز قرار دیا گیا ہے کہ اگر کوئی عورت خود سے پیشکش کرے کہ وہ آپ سے مہر کے بغیر نکاح کرنا چاہتی ہے، اور آپ بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو ایسا کرسکتے ہیں۔ اگرچہ قرآن کریم کی اس آیت نے آپ کے لئے یہ خصوصی اجازت مرحمت کی تھی، تاہم حضور اکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے عملی طور پر اس اجازت سے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے نفس مہر کو تو باقی رکھا لیکن اس کی کوئی خاص حد متعین نہیں فرمائیں اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جس طرح مرغوبہ اشیاء کا ثمن ایک خاص مقدار سے مقرر کرنا مشکل ہے، جس طرح لوگوں کے مزاج، رغبتیں اور عادات و اطوار مختلف ہوتے ہیں اسی طرح حق مہر بھی مقدار کے لحاظ سے مختلف ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا ایک واقعہ منقول ہے: عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: إِنِّي وَهَبْتُ مِنْ نَفْسِي، فَقَامَتْ طَوِيلًا، فَقَالَ رَجُلٌ: زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ، --------»[34]۔

نیز ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «من أعطى في صداق امرأة ملء كفيه سويقا أو تمرا فقد استحل» حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "جس شخص نے کسی عورت کو مہر میں دو ہاتھ بھر کر ستو دے دیے یا کھجور، اس نے اس کو حلال کرلیا۔"[35]

تاہم حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی ازواج مطہرات کے مہر ساڑھے بارہ اوقیہ مقرر کر رکھے تھے۔ نیز آپ علیہ الصلاۃ والسلام مقرر کئے گئے حق مہر کی ادائیگی پر خوب زور دیتے تھے جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضوان اللہ عنہ سے روایت ہے: « أَحَقُّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الفُرُوجَ»[36] رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا "وہ شرائط جن کی بنا پر آپ لوگوں نے عورتوں کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال کر دیا ہے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کا ایفاء کیا جائے۔"

قرآن مجید میں بھی ادائیگی مہر کا حکم فرمایا گیا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾[37] اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دیا کرو۔

تقرر مہر میں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے امام شافعیؒ کے مسلک کو ترجیح دی ہے۔ تعلیم قرآن، لوہے کی انگوٹھی، چلو بھر ستو یا کھجوروں کو بھی حق مہر قرار دیئے جانے کی توثیق فرمائی ہیں۔ بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک شخص سے فرمایا: کہ آپ کو جتنا قرآن مجید یاد ہے اس کے بناء پر تمہارا نکاح اس سے میں نے کر دیا[38]۔

علامہ نوویؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:"فِي هَذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ لِجَوَازِ كَوْنِ الصَّدَاقِ تَعْلِيمَ الْقُرْآنِ وَجَوَازُ الِاسْتِئْجَارِ لِتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَكِلَاهُمَا جَائِزٌ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ ... الخ"[39] یہ حدیث اس بات کی قوی دلیل ہے کہ تعلیم القرآن کو مہر بنانا درست ہے اور تعلیم القرآن پر اجرت لینا صحیح ہے۔ یہ دونوں امور مالکیہ اور شوافع کے نزدیک جائز ہے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینا امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ تمام فقہاء کے نزدیک درست ہے۔

ولیمہ:

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ولیمہ دراصل جدید نعمت کے حصول پر خوشی اور اظہار مسرت ہے۔ ایسی صورت میں آدمی مال خرچ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے، کاور اس خواہش کی اتباع میں سخاوت کی عادت اور بخل کی نافرمانی ہوتی ہے۔ چونکہ ولیمہ میں سیاست مدنیہ، سیاست منزلیہ، اور تہذیب نفس اور احسان کے متعلق بہت سے فوائد پائے جاتے ہیں اس لئے نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے دعوت ولیمہ کو برقرار رکھا اور اس کی تعمیل میں یہی نہیں کہ صرف رغبت دلائی بلکہ خود بھی عمل فرمایا۔ ولیمہ کی ترغیب میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی چند احادیث درج ذیل ہیں:

انس بن مالک رضوان اللہ عنہ رنگ سے مروی ہے کی کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے عبد الرحمن بن عوف رضوان اللہ عنہ (کے کپڑوں) پر زرد رنگ دیکھا تو ارشاد فرمایا: یہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا: یا رسول اللہ (علیہ

الصلاۃ والسلام)! میں نے بطور مہر سونے کی ایک گٹھلی کے برابر وزن پر ایک عورت سے نکاح کرلی ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس نکاح کو بابرکت بنائیں، ولیمہ کرو، چاہے ایک بکری ہی کیوں نہ ہو۔"[40]

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں: "

احْتج بِهِ الظَّاهِرِيَّة وَقَالُوا فرض على كل من تزوج أَن يولم بِمَا قل أَو كثر--- "[41] اہل ظواہر کے نزدیک ولیمہ فرض عین ہے، یہی قول امام شافعی کا بھی ہے، امام مالک کا مشہور مذہب یہی ہے، امام احمد کے نزدیک ولیمہ استحباب کے زمرے میں آتا ہے۔ بعض شوافع کے ہاں ولیمہ واجب ہے بعض مالکیہ کے ہاں ولیمہ مستحب ہے۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں: "وَلِيمَةُ الْعُرْسِ سُنَّةٌ "[42] کہ ولیمہ سنت ہے۔

" عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا»"[43]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضوان اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جب آپ میں سے کسی شخص کو ولیمہ پر بلایا جائے تو وہ ضرور جائے۔

حضرت شاہ صاحبؒ البدور البازغہ میں لکھتے ہیں: کہ ولیمہ میں کئی اہم نکتے پوشیدہ ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

- ولیمہ کے ذریعے لطیف طریقہ سے عقد نکاح کا اعلان اور توثیق ہو جاتی ہے۔
- ولیمہ عہد طفولیت کے اختتام، رشد و کمال تک پہنچنے اور نظام منزل میں قدم رکھنے کی توفیق میسر آنے پر منعم حقیقی کا شکریہ ادا کرنا ہے۔
- ولیمہ دلہن کی طرف دلہا کے اظہار رغبت کا مظہر ہے۔
- ولیمہ خوشی کے موقع پر مال خرچ کرنے کی فطری خواہش کو تسکین دیتا ہے۔

خلاصہ

تدبیر منزل کی لیے شاہ ولی کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ اخلاق فاضلہ، علوم تجربیہ اور رائے کلی کے تقاضے کے مطابق گھر کے افراد اور دیگر احباب کے ساتھ ربط اور تعلق کو اس حیثیت سے استوار کرنا کہ جس کا نتیجہ باعزت میل جول کی صورت میں ظاہر ہو، دوسرے لفظوں میں یوں بھی کیا جاسکتا ہے کہ کسی شخص کا دوسرے اشخاص کے ساتھ معزز ترین برتاؤ اور اس برتاؤ کی حفاظت کی تدبیروں کا نام تدبیر منزل ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے تدبیر منزل کے تقاضے اور اجزاء پر بھرپور انداز میں سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ خوشحال اور متمدن معاشرے کے افراد کے لئے تدبیر منزل کا علم جزء لاینفک ہے۔

حواشی

[1] ـ مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی: ص377،

[2] ـ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، دار احیاء العلوم بیروت لبنان، 1410ھ/1990ء، ج1، ص128

[3] ـ سورۃ النور: 30،31

[4] ـ شعب الإيمان، أحمد بن الحسين بن علي، أبو بكر البيهقي (المتوفى: 458ھ) مكتبة الرشد للنشر، الطبعة: الأولى، 1423ھ/2003ء، حدیث نمبر7399، ج10ص314

[5] . صحیح البخاری، حدیث نمبر6066، ج8ص19

[6] ـ صحیح مسلم، حدیث نمبر2588، ج4ص2001

[7] ـ ابن منظور، لسان العرب، ج2/626

[8] ـ سورۃ النور: 32

[9] ـ سورۃ الرعد: 38

[10] ـ سورۃ الفرقان: 74

[11] ـ مسلم، حدیث نمبر1400، ج2ص1019

[12] ـ سنن النسائی، حدیث نمبر3232ج2ص69

[13] ـ سورۃ النساء؛ 34

[14] ـ مسند احمد، ج3ص199 حدیث نمبر1661

[15] ـ بخاری، ج7ص7 حدیث نمبر5090

[16] ـ سنن نسائی، ج6ص65 حدیث نمبر3227

[17] ـ سورۃ الاعراف: 189

[18] ـ سنن ابی داؤد، ج2ص220 حدیث نمبر220

[19] ـ سنن الدار قطنی، ج4ص452

[20] ـ سنن الدار قطنی، ج4ص455، رقم الحدیث3783

[21] ـ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث1480، ج2ص1114

[22] ـ النساء: 34

[23] ـ طبری، تفسیر، ج5ص38

[24] ۔سورۃ النساء:23

[25] ۔سورۃ النساء:4

[26] ۔سرخسی حنفی،المبسوط۔ج5ص13

[27] ۔رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغہ،مولانا سعید احمد پالنپوریؒ،زمزم پبلشرز کراچی سن اشاعت2010،ج1ص446

[28] ۔سنن الترمذی،حدیث نمبر1103،ج2ص411

[29] ۔سورۃ آل عمران:102

[30] ۔سورۃ النساء:1

[31] ۔سورۃ الاحزاب:70-71

[32] ۔سورۃ النساء:25

[33] ۔سورۃ الاحزاب:50

[34] ۔بخاری،حدیث نمبر:5135،ج7،ص17

[35] ۔سنن ابوداؤد،حدیث نمبر2110،ج2ص236

[36] ۔بخاری،حدیث نمبر2721،ج3ص190

[37] ۔سورۃ النسا:4

[38] ۔بخاری،حدیث نمبر:5135،ج7،ص17

[39] ۔النووي، أبو زكريا محي الدين يحيیٰ بن شرف (المتوفى:676ھ)، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج،ج9ص213، دار إحياء التراث العربي-بيروت، سن اشاعت1392ھ

[40] ۔صحیح مسلم،حدیث نمبر1427،ج2،ص1042

41 ۔عینی،بدرالدین، أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى(المتوفى:855ھ)، عمدة القاري شرح صحيح البخاري،ج20،ص144،دار إحياء التراث العربي-بيروت

42 ۔شامی،ابن عابدین۔ محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي، رد المحتار على الدر المختار(المتوفى:1252ھ)، ج6،ص247ناشر:دار الفكر-بيروت، طبع ثانی1412ھ-1992م

43 ۔بخاری،حدیث نمبر5173،ج7،ص24